حضرت فاطمہؑ اُسوۂ شجاعت واستقامت

(از نظر خطبۂ فاطمیہ)

جعفر علی میر*

کلیدی کلمات: خطبۂ فاطمیہ، فدک، توحید، اہل بیت اطہارؑ، زمانہ جاہلیت

خلاصہ

ہم نے اہل بیت علیہم السلام کی حقیقی شخصیت اور واقعیت جانے بغیر اپنے ذہن کی خود ساختہ شخصیت بنائی ہوئی ہے جو ہمارے جذبات، احساسات علاقائی ثقافت اور رسوم و روایات کے تابع ہے۔ اس عمل کا نقصان یہ ہوا کہ ان ہستیوں کی سیرت کو اپنے لئے اُسوہ نہ بنا سکے۔

قرآن مجید کی طرح جسے ہم کتاب ہدایت کے طور پر قبول کرنے کے بجائے مردوں تک ایصال ثواب اور نا سمجھ آنے والے معاملات میں فال گیری کی کتاب قرار دے دیا ہے۔

اسی طرح حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے بارے میں ہمارے ذہن اور ہماری ثقافت کی ساختہ شخصیت یہ ہے کہ آپؑ مجبور و بے بس سی کمزور خاتون تھیں جو پیامبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد فدک کے چھن جانے کی وجہ سے ہر دروازے پر گئیں حتیٰ مسجد نبویؐ میں لوگوں کے ایک اجتماع کے سامنے بھی اس کی واپسی کے لئے گڑگڑاتی اور التجا کرتی رہیں اور واپس نہ ملنے پر ناراض دنیا سے چلی گئیں۔

لیکن اس معروف خطبہ جسے خطبہ فدک کے نام سے نامناسب شہرت ملی اس میں بی بیؑ نے ایک مرتبہ بھی فدک کا نام نہیں لیا۔ بلکہ اس کے مختلف حصوں کا جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ یہ نظام امامت سے اور پیامبر اسلامؐ کی وصیت سے سرپیچی کے خلاف جرات مندانہ قیام تھا اور ایسی مقاومت جس نے بہت سارے پردے چاک کر دیئے اور لوگوں کے لئے ان کی راہ و روش اور سمت معین کر دی۔

حضرت فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کی ذات، شخصیت اور ان کی معرفت سمیت تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالنا ہر کسی کے بس میں نہیں۔ کیونکہ ان کی حقیقت کو (لیلۃ القدر) کی حقیقت قرار دیا گیا ہے(1) اور قرآن مجید کے مطابق "إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ٥ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ "(2) ہم نے اسے لیلۃ القدر میں نازل کیا اور تمہیں کیا معلوم لیلۃ القدر کی حقیقت کیا ہے اور علماء کے بقول حقیقت فاطمہؑ وہی جان سکتا ہے جو لیلۃ القدر کی حقیقت جانتا ہو۔

ان کے مقامات اور اوج و معراج کے سامنے کائنات خاضع و خاشع ہے۔ چنانچہ ان کے بارے میں عصر حاضر میں بر صغیر کی بامعرفت ترین ہستی علامہ محمد اقبالؒ فرماتے ہیں:

رشتہ آئین حق زنجیر پاست — پاس فرمان جناب مصطفیٰ ست

ورنہ گرد تربتش گردیدمی — سجدہ ھا بر خاک او پاشیدمی (3)

دین خدا سے تعلق و رشتہ میرے پاؤں کی زنجیر ہے اور فرمانِ پیغمبرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پاس ہے۔ ورنہ فاطمہ زہراءؑ کی قبر کے گرد طواف کرتا رہتا اور ہمیشہ ان کی تربت پر سجدہ ریز رہتا۔

جبکہ امام خمینیؒ فرماتے ہیں: میں حضرت زہراءؑ کے مقام و عظمت درک کرنے سے عاجز ہوں(4) لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ ہم ان کی سیرت واُسوہ کو اپنی زندگی کے لئے ناممکن قرار دے کر اسے اپنانے سے عجز و ناتوانی کا اظہار کر دیں، بلکہ علماء کے نزدیک حضرت زہراءؑ جیسی ہستیاں تو آئی ہی اس لئے تھیں تاکہ ہم ان کی ذات اور سیرت کو اپنے لئے اُسوہ قرار دیں اور اس پر عمل کریں۔ زیر دست مقالہ میں ہم اس بات کا جائزہ لیں گے کہ حضرت زہراءؑ ایک کمزور، ناتواں اور صرف خانہ داری میں مصروف خاتون نہیں بلکہ قیام اور مقاومت کا عظیم اُسوہ اور نمونہ ہیں۔

---

*۔ مسئول شعبہ تعلیم جامعۃ الرضا، بارہ کہو، اسلام آباد

اصل بحث سے پہلے ایک اہم نکتہ کی جانب توجہ ضروری ہے۔ وہ یہ کہ حضرت زہراءؑ سمیت تمام اہل بیت عصمت علیہم السلام کے بارے عوامی اور عمومی رائے کیا پائی جاتی ہے اس کے بعد معروف خطبہ فاطمیہ کا جائزہ لیں گے کہ جسمانی طور پر لاغر سی خاتون کس طرح کوہ استقامت اور اُسوہ قیام و مقاومت بن سکتی ہے۔

ہم عمومی طور پر اہل بیت علیہم السلام کے بارے میں تین طرح کے اشتبہات سے دو چار ہیں۔

الف: پہلا اشتباہ یہ ہے کہ ہم ان ہستیوں کے تقدس و عظمت کو بنیاد بناتے ہوئے اپنے سے جدا ایسی مخلوق سمجھتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے فوق العادہ قوت وقدرت سے نوازا ہے، جس کی بنیاد پر وہ ایسے کارنامے انجام دینے اور ایسے معرکے سر کرنے میں کامیاب رہے جو ہمارے بس سے باہر ہیں اور وہ ہم سے بالکل مختلف ایسے بلند مقام و عظمت اور اعلیٰ درجات کی مالک کوئی آسمانی مخلوق ہیں جس تک پہنچنا تو دور کی بات بلکہ سوچنا بھی محال ہے، کیونکہ وہ بشری توان وطاقت اور اوصاف سے کہیں بڑھ کر توان وطاقت کے مالک تھے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ انہیں ایسے تمام مقامات اور درجات اسی عام بشری توان وطاقت کے ساتھ عبودیت و عبدیت اور معرفت الٰہی کی بدولت نصیب ہوئے۔

اہل بیتؑ کے بارے اس غلط طرز تفکر کا سب سے زیادہ مضر نتیجہ یہ نکلا کہ ہم نے ان کی سیرت اور اُسوہ کو اپنے لئے محال اور ناممکن قرار دے دیا، کیونکہ ہم کمزور و ناتواں جسمانی طاقت کے مالک عام زمینی بشر ہیں، جبکہ وہ مافوق العادہ قوت وطاقت کی حامل ایسی آسمانی مخلوق ہیں جن سے عقیدت تو رکھی جا سکتی ہے، لیکن انہیں اپنے لئے اُسوہ قرار دے کر ان کی سیرت پر عمل نہیں کیا جا سکتا۔ قرآن مجید نے ایسی فکر کے مقابلے میں پیغمبر اسلام ﷺ کو حکم دیا:

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (5) یعنی: ان سے کہو! میں (تمہاری جیسی جسمانی توان وطاقت کا مالک) انسان ہوں۔

اور اسی خاصیت کے ساتھ تمہارے لئے اُسوہ ہوں، لہٰذا ارشاد باری تعالیٰ ہوا:

لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (6)

یعنی: رسول اللہ ﷺ کی ذات میں تمہارے لئے بہترین اُسوہ موجود ہے۔

کیا یہ فرض کیا جا سکتا ہے کہ ایسی ہستی کو اللہ تعالیٰ ہمارے لئے نمونہ عمل قرار دے جو ناقابل عمل ہو یعنی ہم میں اتنی توان وطاقت نہ ہو کہ اس کی سیرت پر عمل پیرا ہو سکیں؟!

ب: دوسرا اشتباہ جس سے عوام کے ساتھ ساتھ کس حد تک خواص بھی دوچار ہیں وہ یہ کہ جب ہم نے بزعم خویش اہل بیت علیہم السلام کی اصل حقیقت تک رسائی اور ان کا قابل عمل اُسوہ ہونا محال اور ناممکن قرار دے دیا تو پھر اپنی عملی زندگی کے لئے غیر الٰہی اُسوہ بنانے شروع کر دیئے۔ مثلاً آج تعلیمی نصاب میں سے نوجوان نسل کے لئے حضرت فاطمہؑ کا (Chapter) نکال کر باقاعدہ (Mother Terresa) اور جرمن خاتون (Ruth Pfau) کو رول ماڈل بنا کر پیش کرنا شروع کر دیا گیا ہے۔

ج: تیسرا اشتباہ جس سے زیادہ تر عوام دوچار ہیں وہ یہ کہ جب حقیقت اہل بیت علیہم السلام ہمارے لئے پوشیدہ رہی یا ہم نے ان کی حقیقت تک پہنچنے کی کوشش نہیں کی تو پھر اپنے ذہنوں میں ان کی خود ساختہ حقیقت اور شخصیت تیار کر لی۔ جیسا قرآن مجید کے ساتھ کیا کہ ہم نے اس کے حقیقت تک رسائی کو محال قرار دینے کے بعد خود ساختہ حقیقت یہ پیش کی کہ یہ مُردوں تک ثواب کے ایصال اور سمجھ نہ آنے والے کاموں کے لئے فال کی کتاب ہے۔

اہل بیت علیہم السلام کے بارے ہم نے یہ حقیقت گڑھی کی یہ ہمارے گناہ بخشوانے اور ہماری منتیں پوری کرنے کے لئے آئے ہیں۔

اسی کج فہمی کی وجہ سے حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کی جو شخصیت ہم نے بنائی وہ یہ ہے:

۱۔ ایک بے بس، لاچار اور محروم خاتون۔

۲۔ جو اپنے باپ سے ملنے والی وراثت (فدک) چھن جانے کے غم میں ہر وقت روتی رہتیں

۳۔ان لوگوں سے ناراض رہیں جنہوں نے ان سے وراثت چھینی تھی۔
۴۔اور جب ہم ان لوگوں پر لعن طعن کرتے ہیں تو سیدہ بہت خوش ہوتیں اور ان کی روح کو تسکین ملتی ہے۔
لیکن جیسا کہ پہلے بھی اشارہ کیا ہے، حضرت زہراؑ سمیت تمام اہل بیت علیہم السلام اُسوہ کاملہ ہیں چنانچہ رسول خدا صلى الله عليه وآله وسلم فرماتے ہیں:

انا ادیب اللہ وعلی ادیبی (7)

میں خداوند متعال کا تربیت یافتہ اور علیؑ میرے تربیت یافتہ ہیں
شہید مطہری لکھتے ہیں:
تربیت یافتہ سے مراد ایسا انسان کامل ہے جو ہر پہلو سے لوگوں کے لئے نمونہ اور اُسوہ کاملہ قرار پائے۔ پیغمبر اکرم صلى الله عليه وآله وسلم امیر المؤمنین اور حضرت سیدہ زہراء سلام اللہ علیہا ایسے ہی افراد میں سے تھے۔(8)
لہٰذا اگر حضرت زہراؑ کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو ان کی زندگی ہمارے ذہن کی تخلیق شدہ شخصیت کی نفی کرتی ہے۔ اگرچہ آپؑ نوجوانی ہی اس دنیا سے رحلت فرما گئیں اور بہت بڑی تعداد میں ان سے احادیث مبارکہ ہم تک نہیں پہنچیں۔ لیکن خوش قسمتی سے ایک طویل خطبہ ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے جو آپؑ کی اصل شخصیت کی مکمل عکاسی کرتا ہے۔
شہید مطہریؒ کے بقول یہ خطبہ جو تقریباً ایک گھنٹہ جاری رہا صرف شیعہ علماء نے ہی نہیں بلکہ اہل سنت مثلاً خطیب بغدادی نے تاریخ بغدادی میں بھی اسے نقل کیا ہے اور یہی ایک خطبہ حضرت زہراؑ کی شخصیت کی عکاسی کے لئے کافی ہے (9) اس میں کوئی شک نہیں کہ متکلم اپنے کلام میں جلوہ گر ہوتا ہے اور اس کا کلام اس کی شخصیت کا آئینہ دار ہوتا ہے۔
چنانچہ امام صادق علیہ السلام قرآن مجید کے حوالے سے فرماتے ہیں:

لقد تجلی اللہ لخلقه فی کلامه۔۔۔۔۔ (10)

خداوند تعالیٰ اپنی مخلوق کے لئے اپنے کلام میں متجلی اور جلوہ گر ہوا ہے۔
امیر المؤمنینؑ فرماتے ہیں:

المرء مخبوء تحت لسانه (11)

انسان اپنی زبان کے نیچے چھپا ہوتا ہے۔ یعنی کلام سے ظاہر ہوتا ہے۔
خلاصہ یہ کہ حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا کے بارے خود ساختہ شخصیت کی بجائے اس شخصیت کو سامنے رکھنا چاہیے جو ان کے کلام سے ظاہر ہے۔
ہم ذیل میں اختصار کے ساتھ خطبۂ فاطمیہ کے تناظر میں اس بات کا جائزہ لیں گے کہ آپؑ واقعاً ایک بے بس، لاچار، گریہ وزاری میں مصروف خاتون تھیں یا قیام، مقاومت اور ایثار کا مجسم نمونہ تھیں؟! آپؑ واقعاً (باغ فدک) کے لئے گھر سے خارج ہوئیں یا فدک ایک بہانہ تھا اصل مقصد نظام ولایت اور ولی کا دفاع تھا اور نظام ولایت کی تبدیلی کے خلاف قیام اور احتجاج تھا؟!

خطبہ سے پہلے کی صورتحال

جب حضرت سیدہؑ کو اطلاع ملی کہ حکومتی فرمان کے مطابق فدک کو حکومتی تحویل میں لے لیا گیا ہے تو آپؑ معمول کے حجاب سے زیادہ ایک لمبی چادر اوڑھ کہ کنیزوں بچوں اور چند خواتین کے جھرمٹ میں مسجد نبویؐ کی طرف روانہ ہوئیں۔ آپؑ اتنے وقار و متانت کے ساتھ قدم اٹھاتے ہوئے چل رہی تھیں؛ جس طرح رسول خدا صلى الله عليه وآله وسلم چلا کرتے تھے حتیٰ لوگوں کو لگا گویا خود رسول خدا صلى الله عليه وآله وسلم تشریف لا رہے ہیں۔(12)
سوچنے کی بات ہے کیا ایک مجبور بے بس اور لاچار خاتون اتنی متانت کے ساتھ چلتے ہوئے لوگوں سے خطاب کرنے آ سکتی ہے؟!

خطبہ کی بلاعنت اور لہجہ کی صلابت

ابن طیفور نے تاریخ کی فصیح وبلیغ گفتگو کرنے والی خواتین کے اشعار ونثر وغیرہ جمع کیۓ ہیں اور اس میں سب سے پہلے یہی خطبہ فاطمیہ ذکر کیا ہے۔(13)

علامہ مجلسیؒ فرماتے ہیں: جب فصحاء و بلغاء نے یہ خطبہ دیکھا تو اس کی فصاحت و بلاعنت دیکھ کر اپنی انگلیاں کاٹنے لگے یعنی حیرت سے انگشت بدندان رہ گئے۔(14)

جبکہ لہجہ اور انداز گفتگو میں اتنی صلابت تھی اور اتنی تاثیر تھی کہ وہاں موجود خواتین کے ساتھ ساتھ مرد بھی رونے لگے، گویا رسول خداﷺ گفتگو فرمارہے ہوں۔(15)

خطبہ فاطمیہ کے اہم مخاطبین

اگر خطبہ فاطمیہ کا بغور جائزہ لیاجائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپؑ کے مخاطبین دوطرح کے لوگ تھے:

۱۔وہ لوگ جنہوں نے نظام خلافت کی بنیاد رکھی اور حضرت سیدہ سلام اللہ علیہاکی وراثت حکومتی تحویل میں لے لی۔

۲۔ وہ مرد وخواتین جو اس اقدام پر خاموش رہے۔

البتہ دیگر احکام اور تعلیمات کی طرح ہم حضرت سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہاکے فرامین کو بھی قضیہ حقیقیہ کے طور پر لیں تو پھر قیامت تک کے لئےآنے والے تمام افراد آپؑ کے مخاطبین شمار ہوں گے۔

خطبہ فاطمیہ کے اہم مندرجات

حضرت سیدہ سلام اللہ علیہاکے اس خطبہ میں بیان شدہ مطالب کی حقیقت تک رسائی کے لئے علماء کرام نے کئی شروح لکھی ہیں (خصوصاًان کے عرفانی پہلوپر) اور ہر کسی نے اپنے ذوق کے مطابق ان پر روشنی ڈالی ہے، لیکن اگر کلی طور پر اس کا جائزہ لیاجائے تو یہ خطبہ چار قسم کے مطالب ومندرجات پر مشتمل ہے۔توحید بالمعرفۃ، فلسفہ احکام شریعت، زمانہ جاہلیت کی تصویر کشی یا قبل از اسلام مادی ومعنوی زندگی کی عکاسی، احتجاج واستدلال۔

ا۔توحید بالمعرفت

حضرت سیدہؑ نے اپنے خطبہ کاآغاز ان الفاظ سے کیا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلَی مَا أَنْعَمَ۔۔۔

شہید مطہری علیہ الرحمۃفرماتے ہیں: حضرت فاطمہؑ کا خطبہ میں نہج البلاغہ کی سطح کی توحید بیان ہوئی یعنی اتنی بلند سطح کی کہ ابو علی سینا جیسے نابغہ روزگار فیلسوف سے ایسی توحید بیان ہونا ممکن نہیں ہے۔(16)

علم کلام میں وجوب شکر منعم کے نام سے ایک دلیل بیان کی جاتی ہے جس کا ایک مقدمہ یہ ہے کہ شکر منعم (نعمات عطاء کرنے والے کاشکر) اس کی معرفت کے بغیر ممکن نہیں ہے۔(17) علماء کے بقول انسان جس سطح کی معرفت رکھتا ہو اس کی حمدِالٰہی بھی اسی سطح کی ہوتی ہے۔

حضرت سیدہ سلام اللہ علیہانے اپنے خطبہ کاآغاز جن الفاظ سے کیا وہ ان کی اوج معرفت کا بین ثبوت ہے،آپ نے صرف خود کو ملنے والی نعمتوں پر نہیں بلکہ جو بھی نعمتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام مخلوق کو ملیں ان سب پر حمد وثنافرمائی۔(18)

چنانچہ آپؑ نے یہ نہیں فرمایا:

الحمد للہ علی ما انعمنا

حمد خدا ہے ان نعمتوں پر جو اس نے ہمیں عطافرمائی ہیں۔

کیونکہ بی بی زہراء سلام اللہ علیہاجانتی ہیں کہ حمد وثناء اور شکر کااعلیٰ درجہ یہ نہیں کہ صرف اپنی نعمتوں پر ایسا کیا جائےاور جو نعمت نصیب نہیں ہوئی یا ہمارے حصہ میں نہیں آئی اس پر حمد وثناء اور شکر بجالانے سے گریز کیا جائے۔(19)

چنانچہ امیر المؤمنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں میں پناہ مانگتا ہوں اس حالت سے کہ

أُبتلِي بِحمد مَن اَعطاني وَ أُفتتن بذم مَن مَنَعني۔۔۔۔۔۔ (20)

مجھے ایسی آزمائش میں مبتلا کر دیا جائے کہ میں صرف ان نعمتوں پر حمد کروں جو مجھے عطاء ہوئی ہیں اور مجھ ایسے امتحان میں نہ ڈال دیا جائے کہ اس چیزوں پر مذمت شروع کروں جو اس نے مجھے نہیں دیں۔ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا بھی اسی اصل کو سامنے رکھتے ہوئے ہو اس چیز پر حمد خدا کر رہی ہیں جو اس نے تمام مخلوقات کو عطا کی ہیں۔

۲۔بیان فلسفہ احکام

خطبہ کے دوسرے حصہ میں آپؑ نے مختلف احکام کا فلسفہ بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے نماز، روزہ، حج، زکوۃ، امر بالمعروف وغیرہ کیوں واجب قرار دیئے (21)

چنانچہ ارشاد فرمایا: '' فَجَعَلَ اللهُ الْإِيمَانَ تَطْهِيراً لَكُمْ مِنَ الشِّرْكِ وَ الصَّلَاةَ تَنْزِيهاً لَكُمْ عَنِ الْكِبْرِ وَ الزَّكَاةَ تَزْكِيَةً لِلنَّفْسِ وَ نَمَاءً فِي الرِّزْقِ وَ الصِّيَامَ تَثْبِيتاً لِلْإِخْلَاصِ وَ الْحَجَّ تَشْيِيداً لِلدِّينِ وَ الْعَدْلَ تَنْسِيقاً لِلْقُلُوبِ ''۔۔۔ (22)

یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں شرک سے پاک رکھنے کے لئے ایمان کو، تکبر سے منزہ رکھنے کے لئے نماز کو، تمہارے تزکیہ نفس اور رزق میں اضافے کے لئے زکوۃ کو، اخلاص کے اثبات کے لئے روزہ کو، دین کی تقویت کے لئے حج کو واجب قرار دیا۔

اس کے علاوہ اور بہت ساری چیزوں کا فلسفہ بیان کیا۔ خطبہ کا یہ حصہ بھی آپ کی معرفت خداوندی کے ساتھ ساتھ دین سے مکمل آگاہی پر دلالت کرتا ہے۔

۳۔زمانہ جاہلیت کی تصویر کشی

اس کے بعد آپؑ نے عربوں کی وہ صورتحال بیان کی جس سے وہ زمانہ جاہلیت میں دوچار تھے اور پھر یہ واضح کیا کہ اسلام نے اس بدترین صورتحال سے نکال کرکے تمہیں سربلند کر دیا، چنانچہ فرمایا:'' تَشْرَبُونَ الطَّرْقَ وَ تَقْتَاتُونَ الْقِدَّ أَذِلَّةً خَاسِئِينَ تَخَافُونَ أَنْ يَتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِكُمْ فَأَنْقَذَكُمُ اللهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى بِمُحَمَّدٍ ص بَعْدَ اللَّتَيَّا وَ الَّتِي ''۔ (23)

یعنی: تم کیچڑ والے بدبودار پانی سے پیاس بجھاتے تھے، گھاس پھونس سے بھوک مٹاتے تھے، تم اس طرح ذلت وخواری میں زندگی بسر کرتے تھے جس میں تمہیں ہمیشہ یہ کھٹکا لگا رہتا تھا کہ آس پاس کے لوگ تمہیں کہیں اچک نہ لیں، ایسے بدتر حالات میں اللہ تعالیٰ نے تمہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے نجات دی۔

یہاں قابل توجہ اور اہمیت کا حامل نکتہ یہ ہے کہ بالکل اسی لب ولہجہ کے ساتھ ایک خطبہ میں امیر المؤمنین علیہ السلام نے بھی عربوں کے ان ابتر حالات کی طرف اشارہ کیا، اور یہ اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا نے کسی بھی موقع پر بے بسی، لاچارگی، کمزوری یا ایسی خاتون ہونے کا مظاہرہ نہیں کیا جو حالات سے بے خبر اور کسی قسم کی آگاہی نہ ہو رکھتی ہو، بلکہ آپؑ نے پوری آگاہی اور بصیرت کے ساتھ امیر المؤمنین علیہم السلام جیسی شجاعت ودلیری دکھائی، جیسا کہ امیر المؤمنینؑ نے بھی یہی فرمایا:

وانتم معشر العرب علیٰ شرّ دین وفی شرّ دارٍ صیخون بین حجارۃ خشن وحیاۃ مم، تشربون الکدر وتأ کلون الجشب وتسفکون دمائکم وتقطعون ارحامکم۔ (24)

اے گروہ عرب! (یاد کرو وہ وقت) جب تم بدترین دین اور بدترین گھروں میں رہتے تھے۔ کھردرے پتھروں اور زہریلے سانپوں میں تم بود وباش رکھتے تھے، گدلہ پانی پیتے اور بدترین غذا کھاتے تھے، ایک دوسرے کا خون بہاتے اور قطع رحمی کرتے تھے۔

۴۔احتجاج واستدلال (خطبہ کااہم ترین حصہ)

یہاں سے خطبہ کااہم ترین حصہ شروع ہوتا ہے جس میں بی بیؑ نے اہل بیتؑ خصوصاً امیر المؤمنین علیہم السلام کی عظمت بیان کرتے ہوئے لوگوں کو رسول خداﷺ کی نصیحت اور وصیت کو بھلا دینے کا طعنہ دیا۔ اپنے خطاب کے اس حصہ میں حضرت سیدہؑ نے پوری توان وطاقت کے ساتھ حکمرانوں کو تنقید کانشانہ بنایا اور ان کے سامنے کلمۂ حق بلند کیا۔ اسی حصہ سے بی بیؑ کااُسوہ قیام و مقاومت ہونا ثابت ہوتا ہے، وہ بی بیؑ جو جسمانی طور پر انتہائی لاغر وناتواں ہونے اور انتہائی گہرے زخم برداشت کرنے کے باوجود پوری قوت وصلابت کے ساتھ امیر المؤمنین علیہم السلام کی حق حکمرانوں کا دعویٰ فرماتی ہیں اور حکمرانی کے ساتھ ساتھ عام لوگوں کو بھی اس حق حکمرانی (نظام ولایت) کے بدلے جانے پر انتہائی سخت الفاظ میں تنقید کانشانہ بناتے ہوئے فرماتی ہیں:

"وَ بَعْدَ أَنْ مُنِيَ بِبُهَمِ الرِّجَالِ وَ ذُؤْبَانِ الْعَرَبِ وَ مَرَدَةِ أَهْلِ الْكِتَابِ كُلَّمَا أَوْقَدُوا نَاراً لِلْحَرْبِ أَطْفَأَهَا اللهُ أَوْ نَجَمَ قَرْنُ الشَّيْطَانِ أَوْ فَغَرَتْ فَاغِرَةٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ قَذَفَ أَخَاهُ فِي لَهَوَاتِهَا فَلَا يَنْكَفِئُ حَتَّى يَطَأَ جَنَاحَهَا بِأَخْمَصِهِ وَ يُخْمِدَ لَهَبَهَا بِسَيْفِهِ مَكْدُوداً فِي ذَاتِ اللهِ مُجْتَهِداً فِي أَمْرِ اللهِ قَرِيباً مِنْ رَسُولِ اللهِ سَيِّداً فِي أَوْلِيَاءِ اللهِ مُشَمِّراً نَاصِحاً مُجِدّاً كَادِحاً لَا تَأْخُذُهُ فِي اللهِ لَوْمَةُ لَائِمٍ وَ أَنْتُمْ فِي رَفَاهِيَةٍ مِنَ الْعَيْشِ وَادِعُونَ فَاكِهُونَ آمِنُونَ تَتَرَبَّصُونَ بِنَا الدَّوَائِرَ وَ تَتَوَكَّفُونَ الْأَخْبَارَ وَ تَنْكِصُونَ عِنْدَ النِّزَالِ وَ تَفِرُّونَ مِنَ الْقِتَالِ فَلَمَّا اخْتَارَ اللهُ لِنَبِيِّهِ دَارَ أَنْبِيَائِهِ وَ مَأْوَى أَصْفِيَائِهِ"

یعنی: (جب میرے والد حضرت محمد ﷺ کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے تمہیں نجات دی) تو انہیں زور آوروں، عرب بھیڑیوں اور سرکش اہل کتاب کے مقابلہ کرناپڑا، دشمن جب بھی جنگ کے شعلے بھڑکاتے اللہ تعالیٰ انہیں خاموش کردیتا۔

اور (اس کے بعد) جب بھی کوئی شیطان سر اٹھاتا یا مشرکین میں سے کوئی اژدھا منہ کھولتا رسول خداﷺ اپنے بھائی (علیؑ) کو اس کے حلق کی طرف آگے کردیتے تھے اور وہ (علیؑ) ان لوگوں کے غرور کو اپنے پیروں تلے روندے بغیر اور اپنی تلوار سے اس آتش کو فرو کئے بغیر واپس نہیں لوٹتے تھے۔ (پھر علیؑ ولی خدا کے بارے فرماتی ہیں) وہ راہ خدا میں جانفشاں، اللہ کے معاملے میں مجاہد، رسول اللہ ﷺ کے نہایت قریبی اور اولیاء اللہ کے سردار تھے، وہ جہاد کے لئے ہمہ وقت کمربستہ، اُمت کے خیر خواہ، عزم محکم کے مالک اور راہ حق میں جفاکش تھے، راہ خدا میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے تھے، جبکہ تم انہی دنوں عیش وآرام کی زندگی بسر کرتے تھے، نیز سکون اور خوشی میں امن وامان کے ساتھ رہتے تھے۔

تم اس انتظار میں رہتے تھے کہ ہم پر مصیبتیں آئیں اور تمہیں بری خبری سننے کو ملے تم جنگ کے وقت پسپائی اختیار کرتے اور لڑائی میں راہ فرار اختیار کرتے تھے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کے لئے مسکن انبیاء اور برگزیدہ لوگوں کی قرار گاہ (آخرت) کو پسند کیا۔

خطبہ کے اگلے حصہ میں آپؑ نے پہلے سے بھی سخت لہجہ اپنایا اور لوگوں کو ان کی اصل حقیقت اور صحیح صورتحال سے بہانگ دہل اور واشگاف الفاظ میں آگاہ کیا۔ ان دونوں حصوں سے جو چیز ثابت ہوتی ہے وہ یہ کہ آپ فقط (فدک) کے چھن جانے کا شکوہ نہیں کررہی تھیں، بلکہ نظام ولایت اور رسول خداﷺ کی تلقینات وتاکیدات کو نظرانداز کرنے پر باقاعدہ احتجاج اور اعتراض کررہی تھیں، گویا اس ظلم کے خلاف قیام تھا۔

(فاطمیت فاطمہ اور تاریخ) نامی کتاب کے مصنف ڈاکٹر محمد حسن زورق اسی حوالے سے ایک انٹرویو میں کہتے ہیں:

نگرانی اصلی حضرت فاطمہ علیہا السلام تبدیل شدن نظام امامت بہ نظام ابوجہلی بود۔

حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی اصل پریشانی یہ تھی کہ نظام امامت کو نظام ابوجہلی میں بدلا جارہا تھا۔ (25)

یقیناً خطبہ کے الفاظ اس نکتہ نظر کی تائید کررہے ہیں۔ آپؑ نے فرماتی ہیں: "ظَهَرَ فِيكُمْ حَسَكَةُ النِّفَاقِ وَ سَمَلَ جِلْبَابُ الدِّينِ وَ نَطَقَ كَاظِمُ الْغَاوِينَ وَ نَبَغَ خَامِلُ الْأَقَلِّينَ وَ هَدَرَ فَنِيقُ الْمُبْطِلِينَ ـ فَخَطَرَ فِي عَرَصَاتِكُمْ وَ أَطْلَعَ الشَّيْطَانُ رَأْسَهُ مِنْ مَغْرَزِهِ هَاتِفاً بِكُمْ فَأَلْفَاكُمْ لِدَعْوَتِهِ

مُسْتَجِيبِينَ وَ لِلْعِزَّةِ فِيهِ مُلَاحِظِينَ ثُمَّ اسْتَنْهَضَكُمْ فَوَجَدَكُمْ خِفَافاً وَ أَحْمَشَكُمْ فَأَلْفَاكُمْ غِضَاباً فَوَسَمْتُمْ غَيْرَ إِبِلِكُمْ وَ وَرَدْتُمْ غَيْرَ مَشْرَبِكُمْ هَذَا وَ الْعَهْدُ قَرِيبٌ وَ الْكَلْمُ رَحِيبٌ وَ الْجُرْحُ لَمَّا يَنْدَمِلْ وَ الرَّسُولُ لَمَّا يُقْبَرْ ابْتِدَاراً زَعَمْتُمْ خَوْفَ الْفِتْنَةِ أَلا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوا وَ إِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكافِرِينَ فَهَيْهَاتَ مِنْكُمْ وَ كَيْفَ بِكُمْ وَ أَنَّى تُؤْفَكُونَ وَ كِتَابُ اللهِ بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ ـ أُمُورُهُ ظَاهِرَةٌ وَ أَحْكَامُهُ زَاهِرَةٌ وَ أَعْلَامُهُ بَاهِرَةٌ وَ زَوَاجِرُهُ لَائِحَةٌ وَ أَوَامِرُهُ وَاضِحَةٌ "

یعنی : پھر تمہارے دلوں میں نفاق کے کانٹے نکل آئے اور دین کا لبادہ تار تار ہو گیا اور ضلالت کی زبانیں چلنے لگیں، بے مایا لوگوں نے سر اٹھانا اور باطل کے سرداروں نے گرجنا شروع کر دیا پھر وہ دم ہلاتے ہوئے تمہارے اجتماعات میں آ گئے۔ شیطان نے بھی اپنی کمین گاہ سے سر نکالا اور تمہیں پکارنے لگا۔ اس نے تمہیں لبیک کہتے ہوئے اور اس کے مکر و فریب کے لئے آمادہ و منتظر پایا، پھر شیطان نے تمہیں اپنے مقصد کے لئے اٹھایا اور تمہیں سبک رفتاری سے اٹھتے دیکھا، اس نے تمہیں بھڑکایا تو تم فوراً غضب میں آ گئے، تم نے اپنے نشان دوسروں کے اونٹ پر لگا دیئے اور اپنے گھاٹ کی بجائے دوسروں کے گھاٹ سے پانی بھرنے کی کوشش کی۔

یہ ہے تمہاری حالت جبکہ ابھی عہد رسول ﷺ قریب ہی گذرا ہے۔ زخم گہرا ہے اور جراحت ابھی مندمل نہیں ہوئی۔ ابھی رسول خدا ﷺ کی تدفین نہیں ہوئی تھی کہ تم نے فتنہ کا بہانہ بنا کر عجلت اور جلد بازی کا مظاہرہ کیا۔ (دیکھو یہ فتنہ میں پڑ چکے ہیں اور جہنم نے ان کافروں کو گھیر رکھا ہے)

تم نے یہ کیسے سوچا؟ تم سے یہ بعید تھا۔ تم کدھر بہکے جا رہے ہو؟ حالانکہ کتاب خدا تمہارے درمیان ہے۔ جس کے دستور واضح، احکام روشن، تعلیمات آشکار، تنبیہات غیر مبہم اور اس کے اوامر واضح ہیں۔

پھر آگے چل کر حضرت زہراء سلام اللہ علیہا لوگوں کی اس غفلت اور انحراف کو مزید واضح الفاظ میں یوں بیان فرماتی ہیں: " وَ قَدْ خَلَّفْتُمُوهُ وَرَاءَ ظُهُورِكُمْ أَ رَغْبَةً عَنْهُ تُرِيدُونَ أَمْ بِغَيْرِهِ تَحْكُمُونَ بِئْسَ لِلظَّالِمِينَ بَدَلًا وَ مَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيناً فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَ هُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ ثُمَّ لَمْ تَلْبَثُوا إِلَّا رَيْثَ أَنْ تَسْكُنَ نَفْرَتُهَا وَ يُسْلَسَ قِيَادُهَا ثُمَّ أَخَذْتُمْ تُورُونَ وَقْدَتَهَا وَ تُهَيِّجُونَ جَمْرَتَهَا وَ تَسْتَجِيبُونَ لِهُتَافِ الشَّيْطَانِ الْغَوِيِّ وَ إِطْفَاءِ أَنْوَارِ الدِّينِ الْجَلِيِّ وَ إِهْمَالِ سُنَنِ النَّبِيِّ الصَّفِيِّ تَشْرَبُونَ حَسْواً فِي ارْتِغَاءٍ ـ وَ تَمْشُونَ لِأَهْلِهِ وَ وُلْدِهِ فِي الْخَمَرَةِ وَ الضَّرَاءِ وَ يَصِيرُ مِنْكُمْ عَلَى مِثْلِ حَزِّ الْمُدَى وَ وَخْزِ السِّنَانِ فِي الْحَشَا "

یعنی: تم نے قرآن مجید کو پس پشت ڈال دیا ہے کیا تم اس سے منہ موڑنا چاہتے ہو؟ کیا تم اس کے بغیر فیصلے کرنے کے خواہاں ہو؟ (یاد رکھو) ظالموں کے لئے برا بدلا ہے اور جو شخص اسلام کے علاوہ کسی اور دین کا خواہاں ہوگا اور اس سے ہر گز قبول نہیں کیا جائے گا اور ایسا شخص قیامت کے دن خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

پھر تمہیں (خلافت) حاصل کرنے کی اتنی جلدی تھی کہ خلافت کے بدکے ہوئے ناقہ کے رام ہونے اور مہار تھامنے کا بھی تم نے مشکل سے انتظار کیا۔

پھر تم نے آتش فتنہ کو بھڑکایا اور اس کے شعلوں کو پھیلانا شروع کیا اور تم شیطان کی گمراہ کن پکار پر لبیک کہنے لگے۔ تم دین کے روشن چراغوں کو بجھانے اور برگزیدہ نبی کی تعلیمات سے چشم پوشی کرنے لگے۔ تم بالائی لینے کے بہانے پورا دودھ پی جاتے ہو اور رسول کی اولاد اور اہل بیتؑ کے خلاف خفیہ چالیں چلتے ہو، تمہاری طرف سے خنجر کے زخم اور نیزے کے وار کے باوجود ہم صبر سے کام لیں گے۔

اس طویل خطبہ کے ان چند مندرجات کا جائزہ لینے سے واضح ہو جاتا ہے کہ صرف باغ فدک کی خاطر حضرت زہراء سلام اللہ علیہا یہ خطبہ ارشاد نہیں فرمایا تھا، بلکہ اصل دکھ و درد نظام امامت کو نظر انداز کیا جانا تھا۔ خطبہ کے اس حصہ تک بی بیؑ نے فدک کا نام بھی نہیں البتہ اس کے بعد وراثت کا تذکرہ ضرور کیا اور خلیفہ سے براہ راست مخاطب ہو کر فرمایا: " أَفِي كِتَابِ اللهِ تَرِثُ أَبَاكَ وَلَا أَرِثُ أَبِي " یعنی: کیا تجھے اپنے باپ کی وراثت ملے

اور مجھے اپنے باپ سے ارث نہ ملے؟! اور یہ چیز قرین قیاس ہے کہ فدک پر قبضہ کرنے کی جو غلطی حکومت سے سرزد ہوئی بی بیؑ نے فوراًاس غلطی سے فائدہ اٹھا کران کے خلاف قیام کیااور لوگوں کوان کی اصل حقیقت سے آگاہ کرنے کی کوشش کی ہو جس طرح امام حسین علیہم السلام نے یزید کی بیعت کے مطالبہ کی غلطی سے فائدہ اٹھایا اور فوراًبنی اُمیہ کے خلاف قیام کیا اور پھر اپنی قربانی سے ان کے چہروں پر پڑی نقاب اتار کر پھینک دی۔ اسی طرح حضرت سیدہؑ نے بھی فدک پر قبضہ کرنے کی غلطی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کی حقیقت، سازشوں اور نظام امامت و لایت کو بدلنے کی کوشش کوطشت از بام کر دیا اور جن الفاظ میں ان کی مذمت کی وہ اس حکومتی غلطی کے بغیر نہیں کی جاسکتی تھی۔ کیونکہ یہ فرض کرنا محال ہے کہ زہراء سلام اللہ علیہا نے صرف فدک کے لئے یہ قدم اٹھایا۔ معرفت وقرب خداوندی کے جس مقام پر حضرت زہراءؑ فائز تھیں ان سے یہ توقع ناممکن ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ نظام امامت کے حق میں ایک بھرپور مدلل جرات مندانہ قیام تھااور بی بیؑ کا یہی قیام اور شجاعانہ مقاومت ہمارے لئے اسوہ کاملہ ہے۔

اسی قیام ومقامت سے سبق لیتے ہوئے ہمیں ہر اس نظام کے خلاف اٹھنا ہوگااور بھرپور آواز بلند کرنا ہوگی جو نظام ولایت اور نظام خداوندی کے مقابل شمار کیا جائے۔

ہمیں ان ہستیوں کے بارے اپنے تصورات اور خود ساختہ شخصیت کو بدلنا ہوگااور حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کو بے بس، لاچار، ہر وقت گریہ وزاری میں مصروف خاتون خانہ کے طور پر نہیں بلکہ ایک دلیر اور شجاع خاتون کے طور پر متعارف کرانا ہوگا جن کی سیرت یہ ہے کہ جب نظام امامت سے انحراف کیا جارہاہو تو پوری توان وطاقت کے ساتھ اس کا دفاع کیا جائے

حوالہ جات

1۔ مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، ج ۴۳، ص ۶۵

2۔ سورہ القدر: ۱، ۲

3۔ علامہ اقبال، اسرار خودی

4۔ نقوی، سید جواد تفسیر خطبہ فاطمیہ،، ج ۱، ص ۲۲

5۔ سورہ الکہف: ۱۱۰

6۔ سورہ احزاب: ۲۱

7۔ مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، ج ۱۶، ص ۲۳۱

8۔ مطہری، مرتضی، آشنائی قرآن،، ج ۱، ص ۵۶

9۔ مطہری، مرتضیٰ، حماسہ حسینی،، ج ۱، ص ۲۲۳

10۔ مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، ج ۸۹، ص ۱۰۷، عوالی اللئالی، اجسائی ج ۴، ص ۴

11۔ نہج البلاغہ، حکمت ۱۴۸

12۔ طبرسی، الاحتجاج،، ج ۱، ص ۱۳۲

13۔ ابن طیفور، بلاغات النساء۔۔

14۔ نقوی، سید جواد تفسیر خطبہ فاطمیہ،، ج ۱، ص ۱۰۲

15۔ ایضاً۔۔۔۔۔۔۔ج ۱، ص ۱۱۵

16۔ مطہری، مرتضی، حماسہ حسینی،، ج ۱، ص ۲۲۳

17۔ علامہ حلی شرح باب جاری، ص ۱۰

18۔ نقوی، سید جواد، شرح خطبہ فاطمیہ،، ج ۱، ص ۱۱۸

19۔جوادی،آفتاب حسین، خطبہ فدک،، ص۴۸
20۔سید رضی، نہج البلاغہ، خطبہ ۲۲
21۔ مطہری، مرتضی، حماسہ حسینی، ج۱، ص ۲۲۳
22۔ جوادی،آفتاب حسین، خطبہ فدک،، ص۵۱
23۔ایضاً، ص۵۸
24۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۲۶
25۔بحوالہ از ویب سایٹ ” شفقنا“